تاریخ و تہذیب: حدود و امتیازات

(History & Culture: Boundaries and Distinctions)

DOI: https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2023.07031986

ڈاکٹر عاصمہ رانی
Dr. Asma Rani
Assistant Professor, Department of Urdu
Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur

مہرین جہانگیر
Mehreen Jahangir
Lecture, Department of Urdu
Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur

Abstract:
From the creation of universe, the beginning of ability to search human history laid the foundation for events of life of the man. Civilization is the behaviour of politeness and sophistication which distinguishes one nation from another. Human History has never been Stagnant. It has been changing with each passing day. History and civilization are correlative with each other. But there is a need to shed light on these elements, on the basis of social, political, religious, economic and natural changes. In this research paper a conscious effort has been made to clarify the boundaries and distinctions of history and civilization for the sake more clarity and explanation.

Keywords:
History & Culture, Elements of Civilization, Correlative Study, Historical Consciousness, Cultural Awareness, Literature & Culture.

نطق اور شعور دو ایسے محرکات ہیں جو انسان اور حیوان کو ایک دوسرے سے ممیز و ممتاز کرتے ہیں۔ شعور ہمیشہ فہم و ادراک کی کڑی تپسیا سے حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی ذہنی، روحانی اور ذاتی ترقی کا انحصار اس کے شعور پر مبنی ہے۔ اس کرّۂ ارض پر جب حضرت انسان کی الفاظ سے شناسائی نہ تھی تو ہر بات کی یاددہانی محض یادداشت پر منحصر تھی۔ مختلف علوم کو محض ذہن کے کسی خانے میں محفوظ کرلیا جاتا یوں بہت سی اہم معلومات ضائع ہو گئیں جب تحریر کی ایجاد ممکن ہوئی تو

علم نہایت وسعت سے پھیلنے لگا اور اسی کی معنویت میں اضافہ ممکن ہوا۔ بلکہ بہت سی معلومات کا ذخیرہ محفوظ ہوا۔ بہت سے لوگوں نے اس ضمن میں اپنا اپنا فرض انجام دیا اور یوں الفاظ صداقت اور حقیقت کے روپ میں ذریعہ اظہار بنے۔

تاریخ، تہذیب اور ثقافت ایک دائرے کی صورت ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ ادب کسی بھی شعبہ ہائے زندگی میں ان تینوں کا اثر پذیر ہونا عین ممکن ہے۔ ہر فنکار نے اپنے فن پارے میں عالمی، سیاسی، تاریخی اور تہذیبی اثرات کو بخوبی پیش کیا یا کرنے کی کوشش کی۔ تاریخ اور تہذیب کو سمجھنے کے لیے ان اصطلاحات کی وضاحت ضروری ہے۔ تاریخ لفظ کے لغوی معنی "مہینے اور ان کے اوقات کا تعین کرنا کے ہیں۔" نیتھنیل ہیرس کے مطابق:

> *"History deals with time and places for which these are written records where these never existed or have disappeared we can find out what happened from the evidence of things from bones tods and similar objects."*(۱)

کسی بھی قوم کا رہن سہن، طرز بود و باش، آمدن کے ذرائع، تعلقات، سماجی اور معاشرتی حالات وغیرہ سب تاریخ کا حصہ بن جاتے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد کی میراث ان کا طرز بود و باش اور عوامل بھی تاریخ کا ایک عنصر بن کر سامنے آتے ہیں۔ تاریخ کی دیگر تعریفیں اس عمل کو سمجھنے میں ممد و معاون ثابت ہوں گی۔ آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق:

> *"History chronogram is a chart used for calculation day of month."*

"فیروز اللغات" کے مطابق:

> "لغوی طور پر تاریخ سے مراد ایک دن ایک رات مہینے کا ایک دن یا کسی چیز کے ظہور کا وقت یا فن یا کتاب ہے جس میں مشہور آدمیوں اور بادشاہوں کے وقائع، حالات پیدائش، وفات یا کسی عہد کے وقائع، روایات، قصے، افسانے اور جنگ نامے درج ہوں۔"(۲)

مہذب معاشرے میں در حقیقت ہمیں پوری کائنات کے متعلق معلومات کا نچوڑ فراہم ہوتا ہے۔ تاریخ وہ بنیاد ہے جس کی مدد سے ماضی کے تمام تر واقعات ایک آئینے کی مانند ہمارے سامنے ایک کے بعد ایک آشکار ہو جاتے ہیں۔ اس کی بدولت ہم ماضی کی خامیوں سے سبق حاصل کرنے کے بعد اپنا مستقبل اغلاط سے پاک اور شاندار بنا سکتے ہیں۔ یہ تاریخ ہی ہے جس کی بدولت ماضی کے جھروکوں کو کھنگال کر مستقبل کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جا سکتا ہے۔ اس کے ذریعے قدیم افراد کے تمام عوامل زندگی کو جانچا جا سکتا ہے۔ زوار حسن تاریخ کے عمل کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"تاریخ کو ایک قبل از تاریخی بے نشان سطح سے اخذ کیا گیا ہے ماضی قدیم کی اس صورت حال کے برعکس تاریخ کے لیے لازم وملزوم ہے کہ وہ واقعات کے زمان ومکان کی صحیح طور پر نشان دہی کرے۔ زمان ومکان کو بیان کرے تاریخ کا اساسی تعلق انسان کی طرف سے پیدا کردہ تخلیقی واقعات سے ہے۔"(۳)

تاریخ محض واقعات کا نام ہی نہیں بلکہ ابنِ آدم کی عجیب اور طویل داستان کی علامت ہے۔ اس کا آغاز بنی نوع انسان کی ابتدا سے ہوا۔ یہ اپنی طوالت کے اعتبار سے اتنی ضخامت کی حامل ہے کہ اب تک اس کی داستان جاری وساری ہے۔(۴) دنیا کی تہذیب وتمدن، اس کا عروج وزوال سب تاریخ کے ہی ذریعے واضح ہو جاتا ہے۔(۵) انسان کے تمام اعمال افکار جو اس نے معاشرے میں رہتے ہوئے سرانجام دیے، یہ سب مل کر تاریخ کے بنیاد گزار بنتے ہیں۔(۶) تاریخ ایک ستون ہے جس سے ماضی کے دھندلکوں کو جھانک کر پرکھا جاسکتا ہے اور اس پر تخلیقی ابجد کی بنیاد رکھی جاسکتی ہے۔ وقت کے پیش آنے والے حادثات کی تہہ میں جا کر ان کی روک تھام کے لیے کوششیں کی جاسکتی ہیں۔ در حقیقت تہذیب، تمدن وشعور، تجربات، مشاہدات اور فکر وعمل کی تہہ در تہہ تصحیح اور ان کی پرکھ کا ایک مضبوط اعلیٰ کار ہے۔ اس کی بدولت ماضی سے رشتہ نہ صرف استوار ہوتا ہے بلکہ انسان ماضی میں جھانک کر اپنا آج درست کرتا ہے۔

تاریخ در حقیقت پیداوار کے ذرائع وروابط کا نام ہے۔ اس میں ارتقا سے لے کر انجام تک کی منازل اس کی اہم ترین بنیادیں ہیں۔ تاریخ ایک عظیم حقیقت ہے جس میں بہت سی اقوام کے عروج وزوال، کائنات کی شکست وریخت، توڑ پھوڑ اور وقت کے کئی راز پوشیدہ ہیں۔ اس میں دنیا کی بہت سی تہذیبوں کے ارتقا اور ان کے خاتمے کے نشانات بھی پنہاں ہیں۔ یہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ ہر وقوع پذیر ہونے والا واقعہ اس کا اہم جز بن جاتا ہے اور آنے والی نسلوں کے لیے مواد اور معلومات فراہم کرنے کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے یہ کبھی جامد نہیں رہتی۔ یہ کبھی رکتی نہیں ہر فرد اور قوم اس میں اپنا اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ گویا وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک ایسا دائرہ ہے جس میں تمام افراد مع کائناتی عناصر اپنے اپنے مدار میں رہتے ہوئے گردش کر رہے ہیں اور ہر گزرتے لمحے کے دوران اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ یہ قوموں کے ہزاروں سالوں کے باہمی اختلاط سے وجود میں آتی ہے۔ تاریخ کی اہمیت آنے والے عہد میں ثابت ہوتی ہے۔ یہ ایک نظریہ یا ایسی قوت ہے جس کے تحت کوئی بھی بڑی طاقت اور قوت چھوٹی طاقت کو ختم کر دیتی ہے اور پھر ماضی پارینہ کی مثال بن جاتی ہے۔ یہ محض واقعہ نویسی نہیں نہ ہی شخصی کارنامے سے متعلق ہے بلکہ یہ انسان کے وحشی سے مہذب ہونے کا ثبوت ہے۔ ویبسٹرڈ ڈکشنری کے مطابق:

"A recorded narrative of past events especially those concerning a particular period nation individual etc."(۷)

تاریخ کا مذہب اور انسانی تہذیب سے گہرا رشتہ ہے۔ اس میں جن تجربات اور مشاہدات کا سامنا ایک انسان کو ہوتا ہے وہی اس کی آئندہ آنے والی زندگی کا تعین کرتا ہے۔ یہ ہزاروں قوموں کے ہزاروں سالوں کے باہمی اختلاط سے وجود میں آتی ہے۔ یہ اب تک جاری وساری ہے۔ ہر گزرتا دن اس میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ یہ ہر گزرتے دن کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ یہ عروج وزوال سے روشناس کراتی ہے۔ اس میں آنے والی تبدیلیاں اگلے انسانوں کے لیے زبردست تبدیلیوں کا باعث بنتی ہیں۔ یہ ہر بدلتے لمحے اور وقت کے مطابق ترقی کی راہ پر چلتی ہے۔ یہ تہذیب اور ثقافت کی بنیاد گزار ہے۔ لفظ تہذیب پر اگر غور کیا جائے تو:

> ”تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی اصلاح، درستی، آراستی، شاخ تراشی شائستگی، ثقافت، خوش اخلاقی، تمدن، آدمیت، پاکیزگی، صفاتی اہلیت اور لیاقت کے ہیں۔“(۸)

تہذیب درحقیقت ایک رخ ہے۔ یہ قوموں کے طرز زندگی کا بیان ہی نہیں بلکہ کائناتی عناصر اور واقعات کی مکمل اور واضح داستان ہے۔ جب بھی لفظ تہذیب کی بات کی جاتی ہے تو ثقافت کا لفظ بھی اسی زمرے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ تہذیب، تمدن اور ثقافت یہ سب ایک ہی مقصد وار منبع کے تحت وجود میں آتے ہیں۔ ان کے مقاصد کو مدنظر رکھ کر ان کی صفات کو ممکن بنائیں یہ سچ سامنے آتا ہے کہ یہ ایک دوسرے کو معنی اور مطالب فراہم کرنے کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔ کسی قوم کے افراد میں ایک خاص تہذیب کو اپنانے کا رجحان پیدا ہوتا ہے تو اس سے ثقافت وجود میں آتی ہے جو اس قوم کی شناخت اور پہچان کا باعث بنتی ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا کا کہنا ہے:

> ”تہذیب اور ثقافت ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں ثقافت تخلیقی رُخ ہے اور تہذیب تنقیدی رخ ہے۔ ثقافت فنون لطیفہ سائنس کی دریافتوں اور ایجادات کے علاوہ روحانی دریافت کی صورت میں اپنی جھلک دکھاتی ہے۔“(۹)

جب بھی کوئی تہذیب اور اس کے عناصر تشکیل پاتے ہیں تو اپنے آپ پروان نہیں چڑھتے بلکہ اکثر اوقات اس طرح کے حالات اور واقعات جنم لیتے ہیں کوئی بھی تہذیب اپنی شروعات سے قبل ہی اختتام پذیر ہوتی ہے۔ اس طرح کہ اس کا نام ونشان ہی باقی نہیں رہتا۔ ہاں ایک لفظ قابل غور ہے کہ تہذیب کا وجود میں آنا اور اس کا نشو نما پانا یہ واضح حقیقتیں ہیں۔ ان کا ایک دوسرے سے تعلق تو ہے مگر ان دونوں کا جداگانہ تشخص بھی موجود ہے۔

کوئی بھی تہذیب جب ارتقا کی منازل طے کرنے کے دوران مشکلات کا شکار ہوتی ہے وہ اس کا مستقبل کا تعین کرنے میں ان کا کلیدی کردار ہے۔ یہ قدرت کا اصول ہے کہ کوئی بھی چیز جو اس کائنات میں شامل ہوتی ہے اس کو عروج کے ساتھ ساتھ زوال سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہی اس کی حقیقت ہے اس کے بغیر کوئی بھی شے اپنے وجود کو برقرار نہیں

رکھ سکتی۔ معاشرے کو ترتیب اور تخلیقی جوہر کو جلا بخشنے میں تہذیب کا کردار کلیدی ہے۔ کوئی بھی نسلی شرائط اس کا تعین نہیں کر سکتی۔ یہ آسمان سے اترتی ہوئی شے نہیں بلکہ ایک لازوال آمد ہے یہ کسی بھی فرد کے رویوں میں شعور سے جنم لیتی ہے۔ ساری روز مرہ زندگی میں تہذیب اور ثقافت ایک دوسرے کے لیے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کی بنیاد اخلاقیات اور اقدار پر منحصر ہوتی ہے۔ معاشرت زندگی میں بہتری کے لیے بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ افراد کے مابین آداب جو جینے کا ڈھنگ ہوتے ہیں سکون اور اطمینان کا باعث بنتے ہیں۔

قومیں انھی کے ذریعے اپنی پہچان دنیاوی سطح پر کراتی ہیں۔ یہ حقیقت اس طرح سے ممکن ہے کہ اگر تہذیب زمین سے اُبھرنے والا تناور درخت ہے تو اس کا پھل ثقافت کو قرار دیا جائے گا۔ تہذیب اگر ایک بحرِ بے کراں ہے تو اس میں موجود آبی مخلوق اور دیگر قدرتی اشیا ثقافت کے زمرے میں آئیں گی۔ اگر تہذیب کو ایک قلزم تصور کریں تو ثقافت اس کا ایک قطرہ ہے۔ سبطِ حسن تہذیب ثقافت کے متعلق یوں روشنی ڈالتے ہیں:

> "کسی معاشرے کی بامقصد تخلیقات اور سماجی اقدار کے نظام کو تہذیب کہتے ہیں۔ تہذیب معاشرے کی طرزِ زندگی اور طرزِ فکر و احساس کا جوہر ہوتی ہے۔ چنانچہ زبان و آلات و اوزار پیداوار کے طریقے اور سماجی رشتے، رہن سہن، فنون لطیفہ، علم و ادب، فلسفہ و حکمت، عقائد و افسوں، اخلاق و عادات، رسوم و روایات، عشق و محبت کے سلوک اور خاندانی تعلقات وغیرہ تہذیب کے متعلق مظاہر ہیں۔" (۱۰)

تہذیب کی بنیاد دو اکائیوں پر ہے۔ اول اخلاقیات دوم اقدار۔ اخلاقیات سے مراد سماج کے افراد کا شخصی چال چلن اور رویہ اور یہ وہ عمل ہے جو اگر افراد اپنا درست کر لیں تو پھر ان کی زندگیاں بہتری کی طرف گامزن ہو جاتی ہیں۔ انسان اپنی اخلاقیات کی درستی کے لیے بہت محنت کرتا ہے اور خود کو وحشی سے مہذب بنانے کی جدوجہد کرتا ہے۔ صدیاں صرف کی گئیں اور یہی بات تہذیب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ اقدار کا تعلق ماضی کے سرمائے سے ہوتا ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد کا رویہ ان کی عکاسی کرتا ہے۔ دراصل یہی رویے ہماری پہچان کا باعث بنتے ہیں۔ سید محمد مجیب کے مطابق:

> "آدمی میں تہذیب اس وقت آتی ہے جب وراثت یا تعلیم کے ذریعے وہ اپنے لیے اقدار کا انتخاب کر سکے جس کا وہ اپنے ذوق کے مطابق حسن و خوبی سے اظہار کرتا ہو وہ اس حد تک اس کی شخصیت میں رچ بس جائیں کہ ان کا اظہار درخشکی سے ہو سکے۔"(۱۱)

گویا تاریخ اور تہذیب کوئی موروثی عمل نہیں بلکہ یہ تجربات اور مشاہدات کا نچوڑ ہیں۔ تہذیب کا تاریخ اور ثقافت دونوں سے گہرا رشتہ ہے۔ ہر نئی تہذیب در حقیقت پرانی تہذیب کی ہی پروردہ ہوتی ہے اور اسے آگے بڑھانے میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ اب اس بات پر روشنی ڈالی جائے گی کہ یہ تہذیب کن عناصر ترکیبی سے وجود میں آئی۔

تہذیب کے عناصر ترکیبی

تہذیب کے عناصر ترا کیبی درج ذیل ہیں:

- عقائد ویقین
- رسوم ورواج
- مذہبی عبادات
- سماجی تعلقات
- اخلاقی اصول

عقائد کی بنیاد ایقان و اعتماد پر ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے یہ مثال کار گر ثابت ہو گی کہ عقیدہ ایک بیج ہے اور تمام افکار جو اس کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں وہ اس بیج سے کھلنے والے پودے کی مانند ہیں مثلاً ماضی کے انسان میں کائناتی مظاہر کے حوالے سے بے شمار عقیدے تھے۔ لوگ سورج کی پوجا کرتے تھے مگر اس کے بعد ان کے نظریات میں رفتہ رفتہ تبدیلی آئی اور یہ سب تہذیب ہی کی بدولت ممکن ہوا۔ ہر قوم کی تہذیب چونکہ دوسری قوم سے مختلف ہوتی ہے لہذا رسوم و رواج بہت مختلف اور ایک دوسرے کی تہذیب کے عکاس ہیں۔ تہذیب ہی دراصل رسوم و رواج کو فروغ دیتی ہے۔ مذہبی عبادات بھی رسوم و رواج کے زمرے میں آتی ہیں۔

مسلمان اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں جب کہ ہندو جلاتے ہیں۔ مسلمان سجدہ کرتے ہیں جب کہ ہندو ہاتھ جوڑ کر عبادت کرتے ہیں۔ مسلمان اللہ تبارک و تعالیٰ اور محمد مصطفےٰ عربی ﷺ کی اتباع اور پیروی کرنے والے ہیں جب کہ ہندوؤں کے کئی دیوی دیوتا ہیں۔ ان اختلافات کے علاوہ بھی اور بہت سی رسومات میں تضاد پایا جاتا ہے جو در حقیقت ایک تہذیب کو جنم دینے کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ مذہبی عبادات بھی تہذیب کے بنیاد گزار میں اہم ثابت ہوئے ہیں۔

انسانوں کے آپسی تعلقات بھی تہذیب کے مظاہر ہیں مثلاً ماضی میں انسان کا قبیلہ اس کی طاقت کی بنیاد تھا۔ اس کے نزدیک افراد سے روابط اور تعلقات کی بنیاد قبائل کے تحت کیے جا سکتے ہیں۔ یہی وہ وقت تھا جب تہذیب کی بنیاد پڑی۔ ماضی قدیم میں انسان قافلوں کی صورت میں سفر کرتا تھا۔ یہاں ایک بات واضح ہوتی ہے کہ انسان چونکہ معاشرتی حیوان ہے لہذا وہ تہذیب کے بغیر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ یہ تہذیب ہی کی بدولت ممکن ہوا کہ انسان نے ایک دوسرے کے ساتھ روابط قائم کیے بلکہ خود کو اس قابل کیا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ ول ڈیورانٹ لکھتے ہیں:

> ”تہذیب نسلی روح کی سیڑھیاں ہوتی ہیں جس طرح خاندانی افزائش اور پھر تحریر نسلوں کو آپس میں مربوط کرتی ہیں۔ مرتے ہوئے لوگوں کی روایات کو نوجوانوں کے حوالے کرتی ہیں۔ اسی طرح طباعت، تجارت اور خبر رسانی کے ہزاروں طبقے تہذیبوں کو یکجا اور مختلف تہذیبوں کے لیے جو کچھ اہمیت کا حامل ہوتا ہے محفوظ کرے رکھتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ مرنے سے قبل اپنی تہذیبی وراثت کو بچوں کے سپرد کر دیں۔“ (۱۲)

شخصی چال چلن اور افراد کا رویہ اخلاقی اصولوں کے زمرے میں آتا ہے۔ اخلاقی اقدار، گفتگو و شنید کے آداب یہ سب عوامل تہذیب کی ترتیب میں اہمیت کے حامل ہیں۔

تہذیب کے تقاضے

تجسس اور تعمیری عمل یہ دو عوامل تہذیب کے لیے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ کیا؟ کیوں ؟ کیسے ؟ کب ؟ ان سوالوں کے جوابات در حقیقت نئی تہذیب کے آغاز و ابتدا میں اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ ہر نئے دن کے ساتھ اپنے اندر نئے محرکات کو فروغ دیتی ہے۔ تہذیب کے لیے افراد کی سرشت میں شامل شخصی رویے بھی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔

زندہ رہنے کے قوانین اس کی پیشگی ضروریات میں در حقیقت نسلی روح کی سیڑھیاں فراہم کرتی ہیں۔ ان پر چل کر اقوام اپنا مہذبانہ رویہ دنیا کے سامنے پیش کرسکتے ہیں۔ نظم و ضبط اور باقاعدگی یہ تہذیب کے سب سے اہم تقاضے ہیں۔ معاشی حالات بھی تہذیب کے سلسلے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ تہذیب ہی ہے جس کی بنا پر عرب کے وحشی اقوام نے خود کو معاشرے کے مہذب افراد کی صف میں شامل کیا۔ ترتیب ضابطہ سمیت تہذیب کے راستے میں تحرک فراہم کرتے ہیں۔ درج بالا تقاضوں سے گزر کر ہی کوئی تہذیب اپنے انجام تک پہنچتی ہے۔

تہذیب کی خصوصیات

- اصلاح و ہدایت
- عمل کی ترغیب
- نظریات کی تکمیل کا حصول
- معاشرتی ڈھانچے کی مضبوطی کا ذریعہ
- جداگانہ تشخص کا برملا اظہار
- اخلاقی اقدار و روایات
- ہدایت و توجیہات کا ذریعہ
- افکار و خیالات کے عمل کا ذریعہ
- نقطہ نظر کی وضاحت کا ذریعہ
- اہلیت ثابت کرنے کا ذریعہ
- ہیجان ثابت کرنے کا ذریعہ
- ارتقائی عمل کی عکاس
- نظریے کا بدلاؤ
- درستی کا ذریعہ
- عقائد کی ٹھوس اور جامع بنیاد
- معاشی نظام کی تبدیلی کا ذریعہ
- ثقافت کے فروغ کا ذریعہ
- علوم و فنون کی تجدید نو
- پختگی کا ذریعہ
- خود احتسابی کی عملی تصویر
- تعقل پسندی کا واحد ذریعہ
- تمدن کو زندہ رکھنے کا ذریعہ
- فکر اور وسیع سوچ کی بنیاد گزار

تہذیب قوم کی اصلاح و ہدایت کی عکاس ہوتی ہے۔ ماضی میں رہن سہن اور طرز بود و باش اختیار کیا جاتا تھا۔ گزرتے وقت کے ساتھ اس میں تبدیلیاں آئیں۔ زبان، لباس، طرز رہائش و معاش میں بہتر سے بہترین مواقع تلاش کیے گئے اور پھر انھی کے مطابق اپنے تمام اعمالوں کو ڈھالا گیا ہے۔ تہذیب ہی تھی جس کی بنا پر عرب کے وحشیوں نے جب اپنا رنگ ڈھنگ بدلا تو دنیا حیران رہ گئی کہ کس طرح سماج کے جاہل ترین لوگ اصلاح اور ہدایت کے زیر سایہ پروان چڑھ کر اپنی زندگی میں ایک ٹھہراو لانے میں کامیاب ہوئے۔ گویا تہذیب نے سماج کی ترقی اور بڑھوتری میں اہم کردار ادا کیا۔

ہر انسان کی سوچ اور جینے کا نظریہ دوسرے انسان سے مختلف ہوتا ہے۔ زندگی کو ایک شخص جس نظریے سے دیکھتا ہے دوسرے کا نظریہ اس کے الٹ بھی ہو سکتا ہے۔ تہذیب کی بدولت انسان کے نظریات بدلے۔ وہ تمام کائناتی عوامل جو ایک زمانے میں خوف و ہر اس کا باعث تھے اگلے زمانے میں انھی کے ذریعے نئے راستے تلاش کیے گئے۔ خواہشات و نظریات کا یہ تبدل معاشرے کے لیے بہت سازگار ثابت ہوا۔ انسان نے اپنے نظریات کو سماج میں پھلتے پھولتے دیکھا۔ نئی نئی ایجادات سامنے آئیں۔ نقصان دہ اشیاء کو کارآمد بنانے کے لیے ہر ممکن سعی کی گئی۔ یہ سب انسانی ترقی میں بہت سود مند ثابت ہوتا ہے۔ ترقی کی راہ پر گامزن رہنے کے لیے عمل کرنا بہت ضروری ہے۔ زندگی جینے کا ایک مقصد ہونا چاہیے۔ ترقی پسند سوچ اس مقصد کو بھی آگے بڑھنے میں مدد دیتی ہے۔ عمل کے بغیر آپ صرف خیالی محل تو تعمیر کر سکتے ہیں مگر اگر آپ اپنی بات میں ثابت قدم نہیں تو کبھی بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔ تہذیب کے ذریعے انسان نے خود کو عمل کی طرف راغب کیا۔ عمل سوچ کے ذریعے اُگنے والا پودا ہے۔ ارادوں کو جب تک پایہ تکمیل نہ پہچانا جائے زندگی میں تبدیلی ممکن نہیں۔

مثل مشہور ہے ''مثبت سوچ مثبت بول نیکی کا دروازہ کھول۔'' اس مثال کے مصداق انسان نے جب اپنی سوچ، نظریے اور فکر کو ایک نئی سمت میں استعمال کرنا شروع کیا۔ اس کے تمام کام درستی سے انجام پانے لگے۔ یہ بات روزِ اول سے آئینے کی طرح واضح ہے کہ آپ کبھی بھی ایک ہی لکیر پر ہمیشہ نہیں چل سکتے۔ زندگی حرکت اور سکوت موت ہے۔ مسلسل چلنے رہنے کا نام زندگی ہے۔ ایک بات جو غلط ہو اگر اس پر مسلسل قائم رہا جائے تو ترقی ممکن نہیں۔ تہذیب نے ہی انسان میں شعور، ولولہ اور جذبہ پیدا کیا جس کے تحت اس نے اپنے تمام اعداد و شمار درست کیے۔

تہذیب نظریات کی تکمیل اور حصول کا ذریعہ ہے۔ سوچ میں بہتری کرتی ہے جب کوئی بھی انسان اپنے اور اپنے نظریات کو برتا ہے تو اس سے ماحول میں واضح بدلاؤ آتا ہے۔ یہی سوچ ہی تو تھی جس کے تحت یہ ثابت کیا گیا کہ زمین ہی سورج کے گرد و اطراف میں قدرتی قواعد و ضوابط کے مطابق ایک مدار کی صورت دائرے میں گردش کرتی ہے۔ اپنے کام کو عملی جامہ پہنا کر ہی اپنی بات کو ثابت کی اجا سکتا ہے اور یہ تہذیب کے ذریعے ممکن ہوا۔ ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

"تہذیب ایک ایسا دریا ہے جس کا منبع کہیں دور ماضی بعید کی تاریکی میں پنہاں ہے اور اسی دریا کے مختلف مقامات پر ابھرتی اور ڈوبتی لہریں کلچر دریا سے نکلتی ہیں اور اس میں نئے دریا شامل ہوتے ہیں۔ یہ مختلف تہذیبیں اور کلچر۔ اس کے اثرات ہزار روپ بدلنے پر بھی کل پانی کی وہ لہر ہی رہے گا جو دریا کا ایک حصہ ہے۔"(۱۳)

عقیدہ وہ تناور درخت ہے جس کے زیر سایہ عمل کے پھل لگتے ہیں۔ یہ جتنا ٹھوس اور مضبوط ہو اتنا ہی سود مند ثابت ہوتا ہے تہذیب ہی وہ بنیاد فراہم کرتی ہے جس پر کبھی نظریے کو رکھ کر تشکیل دی جاتی ہے اور عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ اس کی جڑیں جتنی مضبوط ہوں گی اتنا ہی انسان زمین سے جڑ کر اور وابستہ رہ کر استفادہ کرے گا۔

معاشرہ افراد کی ترقی اور ان کے شعور سے آگے بڑھتا ہے جب کوئی فرد معاشرے میں ایک نئی بات یا سوچ کا امین ہوتا ہے ان مشکلات کے باوجود جن بھی مسائل کا سامنا کرنا پڑے ڈٹے رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ دراصل تہذیب ہی وہ آواز ہے جو معاشرے کے ڈھانچے کو مضبوط اور اس میں بسنے والے انسانوں کے لیے فعال بناتی ہے۔ یہی وہ عمل ہے جس سے فرد کا سماج سے تعلق بحال رہتا ہے اور باضابطہ طور پر قائم رہتا ہے۔

معاش وہ حقیقت ہے جس سے قطعی انکار ممکن نہیں۔ اس کے بغیر جینے کا تصور نہیں۔ زندگی گزارنے کے لیے انسان کو روزگار تلاش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تہذیب ہی کی بدولت انسان نے اپنی معیشت کو مضبوط اور مربوط کرنے میں ہر طرح سے اپنی کوششوں کو جاری رکھا۔ اپنی زندگی میں معاش کے ذرائع تبدیل کیے۔ کائناتی عوامل کو سود مند بنانے کے لیے استعمال کیا۔ الگ نظریات کا حامل شخص اپنا تشخص تہذیب ہی کی بدولت الگ رکھ سکتا ہے۔ وسیع تناظر میں اگر تہذیب کی اس خصوصیت کو پرکھا جائے تو اس سے یہ منظر سامنے آتا ہے کہ الگ نظریہ الگ سوچ بہتری کی تمنا ایک فرد میں ہو یا معاشرے میں اس سے ماحول میں مثبت تبدیلی آتی ہے۔ ایک جیسی اقدار ٹوٹتی ہیں نئی اقدار وجود میں آتی ہیں اور یوں شائستگی کا فروغ ہوتا ہے۔ متمدن معاشرہ ہی آرٹ اور فنونِ لطیفہ کو آگے بڑھانے کے لیے مؤثر ثابت ہو سکتا ہے کہ کیونکہ اس معاشرے میں اقدار کے فروغ اور آباؤ اجداد کی طرف سے ملنے والی ورثی تکنیک نئی نسل آسانی سے قبول کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انفرادی پہچان آرٹ کے طور پر بہتر بنانے کے لیے تہذیب ہی ایک عمدہ پلیٹ فارم ہے۔

صدیوں سے بنے منفرد آرٹ کے نمونے تعمیراتی کاموں میں خوبصورت نقش نگاری اور بہترین تخلیق جو براعظمی خصوصیات کے طور پر سامنے آئے جس سے اس زمانے اور عہد کے حالات دیکھے جاتے تھے۔ اگر تہذیب اور تمدن کے ارتقائی مراحل پر نظر دوڑائی جائے تو اس کی بدولت کسان نے کم زرخیز علاقے کو سرسبز و شاداب بنایا۔ یہ عمل ارتقائی مراحل سے گزرتے ہوئے دریا کے کنارے شاندار شہر کی آبادکاری کے لیے کارآمد ثابت ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ تہذیب

نے شہری زندگی کو نیا روپ عطا کیا ہے۔ شہروں نے ترقی یافتہ ہونے کی وجہ سے خوراک کی ترسیل میں آسانی مہیا کی۔ روز گار کے مواقع بڑھے اور حکومت کا ڈھانچے مکمل ہوا جو کہ نظم و نسق چلانے کے لیے ساز گار ثابت ہوا۔ سبط حسن لکھتے ہیں:

> ”تمدن کی بنیادی شرط شہری زندگی ہے۔ تمدن اس وقت وجود میں آتا ہے جب شہر آباد ہوتے ہیں۔ دراصل تمدن نام ہی ان رشتوں کی تنظیم کا ہے جو شہری زندگی اپنے ساتھ لاتی ہے۔ خواہ یہ تنظیم انسان کے باہمی رشتوں سے تعلق رکھتی ہو یا انسان اور مادی چیزوں کے باہمی ربط سے وابستہ ہو۔ تحریر کا رواج بھی تمدن ہی کا مظہر ہے کیونکہ وہ معاشرہ جو فن سے ناواقف ہو مہذب کہا جا سکتا ہے لیکن متمدن نہیں کہا جا سکتا۔“(۱۴)

یہ بات قابل غور ہے کہ جوں جوں تہذیب کی ترقی ہوئی تو شہری آبادی سماجی طبقات میں بٹتی چلی گئی۔ وہ معاشرہ جہاں کبھی نمایاں ہونے پر انحصار طاقت پر تھا اب وہاں طبقاتی کش مکش نے جنم لیا۔ رہن سہن بود و باش جو کبھی سادگی پر محیط ہوتا تھا اس کی جگہ جدید دور کی نئی مشینری اور سائنسی ایجادات نے لے لی۔ یوں نظام زندگی یکسر بدل کر رہ گیا۔ اس طرح حضرت انسان جو کل زندگی کے معنی و مفہوم کی تلاش میں سر گرداں رہا آج جدید دور کی سہولیات کی بدولت نظام زندگی کو مزید سہل بنانے کی کوشش میں مگن ہے۔

یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں انسانی زندگی کے آثار تلاش کرنے کے لیے دوسرے سہارے تلاش کرتا اور استعمال میں لاتا ہے۔ تہذیب اور ثقافت کے تعلق کو سمجھنے کے لیے اس مسئلے کو سلجھانے کی ضرورت ہے کہ کیا تہذیب ثقافت کو فروغ دینے کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ تہذیب ثقافت کو تابندگی اور شعور فراہم کرتی ہے۔ یہی ثقافت کے حدود و امتیازات کو متعین کرتی ہے۔ کوئی بھی تہذیب ثقافت ہی کی بدولت جنم لیتی ہے۔ ثقافت اور تہذیب کا آپسی تعلق بہت گہرا ہے۔ تہذیب ہی کی بدولت اقوام نے عروج وزوال کی منازل کو طے کیا۔ دنیا میں اپنی تاریخ رقم کی اور اپنے اپنے عہد میں ماحول پر ساز گار حالات چھوڑ دیے۔ کسی بھی معاشرے میں تہذیب و تمدن اور ثقافت کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ تہذیب سے ہی کسی بھی معاشرے میں رائج اقدار میں ہم آہنگ کا شعور کا واضح اور دلچسپ انداز جو ایک انسانی گروہ رکھنے کا متمنی ہوتا ہے ممکن ہے۔ یہ اجتماعی ادارت کی تشکیل نو کرنے کے بعد اُس نے ایک واضح اور معروضی شکل دینے میں اپنا حصہ ادا کرتی ہے۔ اس کی ہی وجہ سے اشخاص کے سبھاؤ میں بلکہ برتاؤ میں ایک الگ تبدیلی محسوس کی جاسکتی ہے۔

در حقیقت تہذیب کا عمل انسان کی ہستی کی وحدت اس کی ماحول تک رسائی اس کے بقا کی جنگ سے عبارت ہے۔ تہذیب اس لحاظ سے تقویت کا درجہ رکھتی ہے۔ ہر فرد کے افکار و عمل کو بہترین طریقے سے متاثر کرتی ہے اور اس کی زندگی میں بہتری لانے میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ اس کے ذریعے معاشرے میں رائج کش مکش کو دور کیا جاسکتا ہے۔ شائستگی کا فروغ ممکن کیا جاسکتا ہے۔ افراد کو نفسیاتی لحاظ سے سمجھا جاسکتا ہے۔ یہی وہ عمل ہے جس کے ذریعے معاشرے کی

تشکیل نو ممکن ہے۔ یہ دراصل وہ سر سبز و شاداب باغ ہے جس کے زیر سایہ ثقافت کی تشکیل سے ہی معاشرہ فلاح اور بہتری کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ یہ ایک فرد، ایک سماج اور ایک معاشرے کے مستقبل کے لیے اس کی اہمیت سے انکار کرنا ممکن نہیں۔ یہ جمود کا شکار نہیں ہوتی بلکہ سماج کے دیگر عناصر کو تیز کرنے اور ان کو فعال بنا کر آگے بڑھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

تاریخ اور تہذیب کا آپسی اور ادب سے رشتہ

انسانی تاریخ نے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ارتقائی منازل طے کی ہیں۔ ترقی کا یہ راستہ اپنا سفر جاری وساری رکھے ہوئے ہے۔ یہ عمل در حقیقت اپنے وسیع تناظر میں انسانی فکر کے مدارج طے کر رہاہے۔ اس امر کا ہی خاصا تھا کہ تاریخ و تہذیب کو ایک ہی سلسلے کے دورخ سمجھتے ہوئے افراد کی زندگی میں بہت اہمیت حاصل ہوئی۔ اگر تاریخ ایک بیج ہے تو تہذیب اس کا پودا۔ تاریخ مسلسل تبدیلی کا عمل ہے۔ اگر ایک قوم کسی زمانے میں عروج پر تھی تو اگلے زمانے میں وہ قوم زوال کا شکار تھی۔ چونکہ یہ دونوں کوئی موروثی عمل نہیں لہذا یہ ایک دوسرے کو مختلف عوامل کی صورت میں اثر انداز کرتی رہتی ہیں۔ یہ بات روز اول سے شفاف آئینے کی طرح عیاں ہے کہ انسانی تہذیب اور تمدن ہزار سال قبل وجود میں آیا۔ اس نے کئی تبدیلیاں دیکھیں۔ اس نے وحشیوں کی سی زندگی بسر کرنے والے عوامل کو بے نقاب کیا مگر اس میں ٹھہراؤ کبھی نہیں آیا۔ تاریخ و تہذیب دونوں نے اپنے اپنے تاثرات ادب پر ہر دو سطح سے چھوڑے۔ کوئی بھی لکھاری اپنے آپ کو ماحول میں ہونے والی تبدیلیوں سے نہیں بچا سکتا۔ تہذیب ادب کو اس طرح سے متاثر کرتی ہے کہ جب ایک خاص عہد میں کوئی بھی ماحولیاتی واقعہ جو وقوع پذیر ہوتا اس کا معاشرے پر مثبت یا منفی اثر ہوتا ہے یہی بات معاشرے میں تبدیلی کا باعث بنتی ہے۔ پروفیسر احتشام لکھتے ہیں:

> ”ادب تہذیبی ارتقا کا ایک جز اور اس کا ترجمان بن کر زندگی کی اس کش مکش کو پیش کرتا ہے جو کبھی فرد اور جماعت کی کش مکش کی شکل میں موجود تھا اور ادب اس اظہار میں جس قدر زیادہ عمومی انداز اختیار کرتا یا زیادہ سے زیادہ لوگوں کی زندگی کا ترجمان بنتا ہے اسی قدر وہ تہذیب کے عمومی پہلوؤں سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔“(۱۵)

تخلیق کو تاریخ سے کبھی الگ نہیں کیا جا سکتا۔ ان دونوں کے راستے اور منازل ایک ہی ہیں۔ ان کا مقصد اور منبع ایک ہی اصول پر ٹکا ہوتا ہے۔ صحیح تناظر میں کوئی بھی تخلیق اگر پیش کی جائے تو وہ نئی تاریخ رقم کرتی ہے۔ دونوں کی بناوٹ اور مزاج ہر لحاظ سے تنوع کا حامل ہوتا ہے۔ یہی وہ مرحلہ ہے جس کے بعد ایک بڑی تخلیق سامنے آتی ہے جو اگلی نسلوں کے لیے بنیاد گزار اور سر خیل ہے۔ ماضی کے حالات، واقعات، مشاہدات اور تجربات لاشعوری طور پر تہذیب کا حصہ بن کر انسانی ذہن میں اپنی گہری چھاپ چھوڑتے ہیں۔ ادب چونکہ زندگی کا اظہار ہے تو وہ اس کی تاثیر کو سمجھتے ہوئے

دور نہ دور نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ و تہذیب کسی بھی فن پارے کا مقام و مرتبہ کا تعین کرنے میں اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ تہذیب دراصل ایک اثاثہ ہے تو تاریخ ایک ایسا خزانہ ہے جس کی مدد سے ماضی کے جھروکوں کو جانچا جا سکتا ہے۔ ادب کے تحت معاشرے میں بہتری کے فروغ کے لیے مختلف عوامل کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ تاریخ و تہذیب نے نفسیاتی، روحانی، تمدنی، ثقافتی، سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی اقدار کو ادب کے ذریعے سے ہی فروغ دینے کی شعوری کوشش کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنا کام سر انجام دینے کی کوشش کی۔ یہ دونوں کسی بھی ماحول میں متوازی صورت حال کے تحت چلتی رہتی ہیں۔ ان کے ذریعے سماج میں برابری کے اصول کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ یہ اپنے اندر بہت سی حقیقتوں کو سمیٹ کر بیان کرنے کے قابل ہو سکتی ہیں۔ ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

> "ادب تخلیق کرنے کا عمل خود کو ہمہ وقت Recreate کرنے کا عمل ہے جس میں زبان تخلیقی طور پر فعال نہ ہو وہ خیال اس صورت کو جو متخیلہ سے عبارت اور محسوسات کے اندر دیکھے مدوجزر کی چوٹ پڑنے سے ایک عجیب سی پر اسراریت کی حامل ہوتی ہے گرفت میں نہیں لے سکتی۔"(۱۶)

قابلیت اور بصیرت کو استعمال میں لاتے ہوئے دونوں تاریخ و تہذیب استعمال کی جاتی رہیں۔ اپنے عہد کے مسائل کو اس کے تہذیبی عناصر میں جانچنا ایک کٹھن کام ضروری ہے مگر ناممکن نہیں۔ تہذیب تاریخ کو متاثر کرتی ہے اور تاریخ کو ہی تہذیب کی بدولت سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تہذیب نے ہی معاشرے میں نئی بلندی اور نظریات کی بنیاد رکھی۔ تہذیب نے ذہنی پختگی کا معیار قائم کیا۔ ادیبوں کو یہ سوچنے پر اکسایا کہ تہذیب معاشرے پر اثر انداز ہو کر بہت سے عوامل کے تحت پروان چڑھتی ہے۔ تہذیب اور تاریخ کے تحت فن کار اپنے فن کا اظہار کرتے ہوئے اپنے دکھوں، تکلیفوں، معاشی اور معاشرتی جبر اور استحصال اور سماج کے ناروا سلوک کا اظہار اپنی قلم کے ذریعے کر سکتا ہے۔

لکھاری اور تاریخ و تہذیب

کسی خاص عہد کے حالات اور واقعات کا سماج کے تمام افراد پر اثر پڑتا ہے خصوصاً ادیب اس حوالے سے بہت متاثر ہوتے ہیں چونکہ وہ حساس ذہن کے مالک ہوتے ہیں لہٰذا وہ اپنے آپ کو سماج میں ہونے والی تبدیلیوں سے کسی طور پر الگ نہیں کر سکتے۔ ایک لکھنے والے ذہن کا وژن بہت وسیع ہوتا ہے اس کا ہر شے کو دیکھنے کا نظریہ بہت الگ اور منفرد ہوتا ہے۔ اس میں شعور اور بالیدگی عام اذہان کی نسبت زیادہ ہوتی ہے اس لیے وہ تاریخی و ثقافتی اور تہذیبی اثرات سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ادیب نے اپنی تخلیقات میں تاریخ نہ سہی تو تہذیبی اثرات کو ضرور اپنے اندر سمو کر بیان کیا۔ اس لیے کہ قریباً ہر ادبی پارہ اپنے ماحولیاتی اثرات کو سمو کر پیش کیا۔ رحمت علی شاد لکھتے ہیں:

"تہذیبیں، افراد، واقعات انسانی نسلیں سب زمانے کی دھند میں گم ہو جاتے ہیں مگر وقت کا بہاؤ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ وقت ہی مختلف کرداروں کو منظر عام پر لاتا ہے اور یہ کردار اپنا اپنا رول ادا کر کے وقت ہی کی لحد میں اتر جاتے ہیں۔"(۱۷)

ان اثرات کی بنا پر کسی بھی تہذیب کا اثر جب تخلیق پر پڑتا ہے تو قاری کے لیے اہم نتائج سامنے آتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ Nathnial Harris, *History Around us*, London: The Hamlyn Publishing Group Limited, ۱۹۷۹, p. ۱۲۶

۲۔ فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، لاہور: فیروز سنز، ۱۹۴۸ء، ص:۳۰۱

۳۔ زوار حسن، تہذیب، ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۰ء، ص:۰۷

۴۔ ابو سعید

۵۔ ٹائن بی پروفیسر

۶۔ تیری یاد بنا

۷۔ The Webseder comprehensive dictionary encyclopedia edition, Vol. ۱, J- Foreign, p:۵۹.

۸۔ وارث سرہندی، قاموس مترادفات، لاہور: اُردو سائنس بورڈ

۹۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، ثقافت ادب اور جمہوریت، مشمولہ: کلچر از اشتیاق احمد، لاہور: بیت الحکمت، ۲۰۰۷ء، ص۵۳۶

۱۰۔ سبط حسن، پاکستان میں تہذیب کا ارتقا، لاہور: مکتبہ دانیال، ۱۹۹۲ء، ص:۱۳

۱۱۔ محمد مجیب، سید، تہذیب، مشمولہ: ہندوستانی سماج پر اسلامی اثر اور دوسرے مضامین، ص:۴۹

۱۲۔ انسانی تہذیب کا ارتقا، ص:۱۰

۱۳۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، کلچر کی لہریں، مشمولہ: ادب اور کلچر، لاہور: مکتبہ عالیہ، س ن، ص:۲۱۰

۱۴۔ سبط حسن، تہذیب سے تمدن تک، مشمولہ: کلچر از اشتیاق احمد، لاہور: بیت الحکمت، ۲۰۰۷ء، ص:۱۳۲

۱۵۔ احتشام حسین، ادب اور کلچر، مشمولہ: کلچر از اشتیاق حسین، لاہور: بیت الحکمت، ۲۰۰۷ء، ص:۱۸۹

۱۶۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، ساختیات اور سائنس، لاہور: مکتبہ فکر و خیال، ۱۹۹۱ء، ص:۲۳۵

۱۷۔ رحمت علی شاد، قرۃ العین حیدر کے افسانوں میں تاریخی و تہذیبی شعور، غیر مطبوعہ مقالہ پی ایچ ڈی، اسلام آباد: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ص:۴۱